قرضہ جو ۱۹۸۰ء میں ۲۳ ارب پچاس کروڑ روپے تھا وہ آج ۸۰ ارب پچاس کروڑ ڈالر کے برابر ہو چکا ہے حالانکہ اس دور میں کوئی جنگ یا قحط نہیں ہوا۔ ہم صرف عیش و آرام کا سامان درآمد کرتے رہے قرضوں کا سود تک دینا ملکی معیشت کے لئے مشکل ہو گیا ـــــ ان تمام صورتحال کی موجودگی میں ہمیں ڈنکل تجاویز پر حزب اختلاف کی مخالفت کو کن معنوں میں دیکھنا ہوگا اس کے لئے مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر اسے سمجھنے کے لئے ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگی۔

ہندوستان کے سبھی چھوٹے بڑے اردو ہندی اور انگریزی اخبارات اس غم میں گھلے جا رہے ہیں کہ مسلمانوں کے اپنے مذہبی معاملات کے حل کے سلسلے میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے شرعی عدالتیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور شرعی عدالتوں نے اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ ہندی روزنامہ نو بھارت ٹائمس نئی دہلی نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے ایک اداریہ میں اس پر سخت ناپسندیدگی دکھائی ہے اور روزنامہ پرتاپ نے بھارت سرکار سے فوری کارروائی کرنے کی مانگ کی ہے ـــ ہمیں دکھ اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات پر اظہار خیال کرتے ہوئے ہندوستان کے سیانے سے سیانے دانشور، رہنما، مفکر ادیب و رائیٹر تک ایسی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جسے دیکھ کر ان کی ناقص معلومات پر افسوس ہوتا ہے ہم ان پر تعصب و تنگ نظری کا تو الزام نہیں لگائیں گے کیونکہ ان کا عمل و کردار مسلمانوں سے متعلق سیکولرانہ دکھائی دیتا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر دکھ و افسوس اور بھی زیادہ ہوتا ہے جب کچھ مخصوص ذہنیت کے اور مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر رکھنے والے فرقہ پرست عناصر کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وہ سیکولرزم کے متوالے بھی مسلمانوں کے مذہبی معاملات پر اظہار خیال کرتے ہوئے میدان میں کودتے دکھائی دیتے ہیں جن کے اوپر مسلمانوں کو بھروسہ اور ان کی شرافت، متانت، انصاف پر مبنی فطرت پر ہمیشہ ہی اعتماد رہا ہے ـــــ مسلمانوں نے ہندوستان کے آئین کا ہمیشہ ہی ادب و احترام کیا ہے اور اس کو مذہب اسلام نے اسے سکھایا ہے اس کی تعلیم دی ہے کہ جس ملک میں بھی رہا جائے اس کے آئین کا احترام ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے۔ بھارت کا آئین تمام ملک کے باشندوں کو مساوی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ بھلا کون سر پھرا ہوگا جو اس آئین کے متبادل کوئی اپنی عدالت لگا کر بیٹھے گا جبکہ بھارت کے ہر مسلمان کو اس بات کا اطمینان ہے کہ ہندوستان کی تمام عدالتیں ہر بھارتی کے

[illegible] ضرورت درپیش تھی ـــ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے "دارالقضاء"
[illegible] کے مسلمانوں کے مذہبی معاملات حل کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے تو اس میں قباحت کیا ہے۔ مسلمان
[illegible] مذہبی تنازعہ ہے تو ظاہر ہے کہ اگر دونوں مسلمان اپنے تنازعہ کو شرعی طریقے سے
حل کرانا چاہتے ہیں تو اس میں کسی دیگر شخص کو اعتراض کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ ہمیں یاد ہے کہ
جب ہندوستان کی وزیراعظم آنجہانی اندرا گاندھی جگت گرو شنکراچاریہ کی قدم بوسی کی غرض سے
ایک مندر میں جانے کی خواہش مند تھیں تو انہیں یہ کہتے ہوئے اس مندر میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی
کہ وہ ہندو نہیں ہے۔ اور اس مندر میں کسی غیر ہندو کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس وقت ایک چھوٹی
سی خبر کے علاوہ کسی نے بھی کچھ نہیں لکھا۔ اور ابھی ہری دوار میں ۲۰ اپریل ۹۲ء کو دھرم سنسد کے نام سے
جو جوکڑ جمائی گئی اور بھارت کے آئین کی کوئی پرواہ کئے بغیر جس طرح وزیراعظم ہند کو للکارتے، دھمکاتے
ہوئے ایودھیا میں رام مندر بنانے کے لئے سپریم کورٹ کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر ہی ایکوائر شدہ
"رام جنم بھومی" کو رام جنم بھومی ٹرسٹ کے حوالے کرنے کے لئے دھرم سنسد نے الٹی میٹم دیدیا ہے اس پر
ہندوستان کا کوئی بھی باضمیر سیکولرزم کا شیدائی نہ چیخا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ہندوستان کی پارلیمنٹ کے
مساوی یہ دھرم سنسد کیا بلا ہے؟ تمام اردو، ہندی، انگریزی ہر زبان کے اخبارات نے اس دھرم سنسد
کے فیصلوں اور تجاویز کو اس طرح نمایاں طریقہ سے شائع کیا ہے کہ جیسے یہ ملک کے مفاد میں ایک بڑا اہم
کام ہے جبکہ یہ سراسر ملک کے آئین کے خلاف معاملہ ہے جب بابری مسجد کے سلسلے میں ملک کی عدالت
میں معاملہ زیر سماعت ہے اس وقت اس طرح کے فیصلے کیا عدالت کی توہین کے مترادف نہیں ہیں۔ اس
بات کو نظر انداز کر کے جس طرح آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے دارالقضاء کے قیام کے سلسلے میں فیصلوں
پر مذمت کی صورت میں اظہار خیال نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ اس ذہنیت کا گندہ نمونہ ہے جسے صرف
ایک ہی طرف کی برائی نظر آتی ہے اور "اپنی" طرف اسے سب کچھ اچھا ہی اچھا دکھائی دیتا ہے ـــ مسلمانوں
کو اس گندی ذہنیت کو سمجھنا ہوگا اور اس کا پوری سنجیدگی اور صبر و استقلال و دانش مندی کے ساتھ
مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔

حکومت پاکستان نے ڈاکٹر صادق حسین کی متنازعہ کتاب تحریک مجاہدین پر پابندی لگانے کا